فکرِ ولی اللّٰہی کی اشاعت میں مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کا حصّہ

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

مخدومی حضرت مولانا صدرالدین اصلاحی رحمہ اللہ سابق صدر ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی ملک کے ممتاز دینی مفکر تھے۔ ان کے یہاں فکر کی بڑی گہرائی تھی اور ان کی ساری علمی کاوشیں دین کی سربلندی سے متعلق تھیں۔ انھوں نے، ہر بڑے صاحبِ علم کی طرح مختلف گوشوں سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے بھی ان کا علمی رشتہ بڑا قوی تھا۔ انھوں نے اپنی تصنیفات میں مختلف مواقع پر حضرت شاہ صاحب سے استفادہ کیا ہے اور ان کے بعض رسائل اور مباحث کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ ہمارے دوست پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے ان کی کاوشوں کا اسی پہلو سے جائزہ لیا ہے۔ یہ قابلِ قدر کوشش ہے، لیکن خیال ہوتا ہے کہ اس میں کہیں کہیں توازن باقی نہیں رہ سکا ہے۔ برادرم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے اپنے 'استدراک' میں بعض باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس پر مزید مطالعہ اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ بہرحال ادارہ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کا شکرگزار ہے کہ انھوں نے ایک خاص رُخ سے مولانا مرحوم کی تصنیفات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اس نوع کی علمی کوشش کا تحقیقاتِ اسلامی خیر مقدم کرے گا۔ (جلال الدین)

انسانی تہذیب وتمدن کا خاصّہ ہے کہ ہر متاخر دور اپنے پیش رو عہد سے زندگی کے تمام ہی پہلوؤں سے اکتساب کرتا ہے، اسی طرح عبقری شخصیات اپنے متاخرین کو مختلف جہتوں سے متاثر کرتی ہیں۔ بالخصوص اہلِ علم اور نادر روزگار اصحابِ فکر کی اثر انگیزی

بڑی عمیق ہوتی ہے۔ پیش روؤں کی اثر انگیزی اور جانشینوں کی اثر پذیری شعوری بھی ہوتی ہے اور غیر شعوری بھی ۔ رجحان سازوں سے فضا تک بھر پور ہوتی ہے۔ اسی تہذیبی لین دین کا نتیجہ انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء، وسعت اور ترقی کی صورت میں ہر دور میں ابھرتا رہتا ہے۔ صرف مثبت نتائج وثمرات ہی ان سے نہیں مرتب ہوتے ، منفی اور تخریبی اثرات بھی پڑتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۴رشوال ۱۱۱۴ھ/۲۱رفروری ۱۷۰۳ء-۲۹رمحرم ۱۱۷۶ھ/۲۰راگست ۱۷۶۲ء) نے جس طرح اپنے عظیم پیش روؤں اور جلیل معاصروں سے اکتسابِ فیض کیا تھا اسی طرح اپنے قابل جانشینوں کو بھی مستفید فرمایا۔ ان کے استفادہ وافادہ کی مثبت ومنفی جہات رات اور دن کی مانند رہیں۔ خود حضرت شاہؒ کو اپنے کشف ووجدان اور فراستِ ایمانی سے اذعان ہو گیا تھا کہ ان کے علوم وافکار بعد میں بھی برگ وبار لاتے رہیں گے۔ کم از کم برصغیرِ پاک و ہند میں حضرت شاہؒ کے وسیع وعمیق اثرات اور ہمہ جہت اثر انگیزی کا دوسرا کوئی مدِ مقابل وحریف نظر نہیں آتا۔

مولانا صدر الدین اصلاحیؒ (۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء- رجب ۱۴۱۹ھ/۱۳رنومبر ۱۹۹۸ء) ایک خاص مکتبِ فکر کے پروردہ اور ایک مخصوص اسلامی فکر کے علم بردار عالم ومفکر تھے۔ ان کی شخصیت وفکر دونوں اسلامی تھیں۔ بایں ہمہ ان کی تشکیل وتعمیر میں متعدد رجحانات و افکار اور شخصیات نے اپنا اپنا کردار ادا کیا تھا اور اپنی مخصوص چھاپ چھوڑی تھی۔ حضرت شاہؒ کی فکرِ اسلامی اور علمی وفکری عبقریت نے بھی ان کے نہاں خانۂ قلب ونظر میں آتشِ فکر فروزاں کی تھی۔ مولانا صدر الدین مرحوم کی تنقیدی بصیرت نے فکرِ ولی اللّٰہی کے مثبت و منفی پہلوؤں کا تجزیہ کر کے ان کا اثر قبول کیا تھا۔

مولانا مرحوم ایک خاص فکرِ اسلامی کے علم بردار و داعی ہونے کے سبب حضرت شاہؒ اور ان کی فکر سے ایک خاص حد کے اندر ہی اخذ واستفادہ کرتے ہیں اور ان تمام امور میں بھی وہ مجموعی فکرِ ولی اللّٰہی سے اتفاق واختلاف کی جزوی حدوں کو پار نہیں کرتے۔ فکرِ ولی اللّٰہی سے ان کے استفادے کی تین بنیادی نوعیتیں نظر آتی ہیں اور ان کے تحت

دوسری ذیلی چیزیں شامل کی جاسکتی ہیں۔ اول: اپنی طبع زاد اور فکری تحریروں میں مولانا مرحوم حضرت شاہؒ کے افکار سے کہیں کہیں مثبت یا منفی تعرض کرتے ہیں۔ دوم: وہ حضرت شاہؒ کے بعض افادات کو اپنی زبان و بیان میں ڈھال کر تلخیص و اختصار کے طریق سے پیش کرتے ہیں۔ سوم: وہ حضرت شاہؒ کے بعض مباحث کا راست ترجمہ کرتے ہیں اور ان پر اپنے توضیحی یا اختلافی تعلیقات بھی عطا فرماتے ہیں۔

(الف) فکرِ ولی اللّٰہی سے تعرض

مولانا صدر الدین اصلاحیؒ کی متعدد چھوٹی بڑی کتابوں اور رسالوں میں سے بیش تر میں فکرِ ولی اللّٰہی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ ان میں حسب ذیل نگارشات شامل ہیں: (۱) مسلمان اور دعوتِ اسلام (۲) فریضۂ اقامتِ دین (۳) قرآن کا تعارف (۴) اسلام اور اجتماعیت (۵) اسلام- ایک نظر میں۔ ان کتابوں میں بالاستیعاب مطالعہ کے بعد بھی ایک بھی دُرِّ ولی اللّٰہی نہیں ملا۔ حالاں کہ ان میں سے متعدد ایسی کتابیں یا ان کے موضوعات ہیں جن سے فکرِ ولی اللّٰہی کا گہرا، اٹوٹ اور عظیم و وسیع تعلق ہے۔

بہر حال مولاناؒ نے اپنی جن تصنیفات میں افکار و علومِ ولی اللّٰہی سے کہیں کہیں استفادہ کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) اساسِ دین کی تعمیر (۲) دین کا قرآنی تصور (۳) حقیقتِ نفاق (۴) معرکۂ اسلام اور جاہلیت۔ بنیادی طور سے انہی چار کتابوں میں مولانا مرحوم نے حضرت شاہؒ کے افکار سے بحث کی ہے، یا حوالہ دیا ہے۔ ان کا الگ الگ ذکر و تجزیہ تکرارِ بے حاصل ہوگا، لہٰذا موضوعاتی تذکرہ و تنقیح زیادہ سودمند معلوم ہوتی ہے۔

بحث کا آغاز حضرت مولاناؒ کی آخر الذکر کتاب معرکۂ اسلام اور جاہلیت سے کیا جاتا ہے جس میں صرف ایک حوالہ ملتا ہے۔ اگرچہ مولانا نے حضرت شاہؒ کی بحثِ حجۃ کا مفصل حوالہ تو نہیں دیا، البتہ اسی کے حوالہ سے فطرت/ اسلام کے ظہور میں مانع تین حجابات کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ......حضرت شاہ ولی اللہؒ کے لفظوں میں پہلے سبب کا نام حجابِ طبع یا حجابِ نفس ہے، دوسرے کا حجاب رسم اور تیسرے کا حجابِ سوءِ معرفت ہے"[1] انہوں نے حضرت شاہؒ کے اصل الفاظ نقل نہیں کیے، جو یہ ہیں: "**اعلم ان معظم الحجب**

ثلاثة : حجاب الطبع ، وحجاب الرسم وحجاب سوء المعرفة......''۲؎

مولانا مرحوم نے اس باب میں حجابِ طبع کی تشریح کے لیے اپنی طرف سے حجابِ نفس کا اضافہ کیا ہے جو عبارتِ شاہ میں نہیں ہے۔اس کا ذکر اس لیے ضروری ہوا کہ صوفی اصطلاحات، بالخصوص حضرت شاہؒ کے افکار میں نفس کے ایک مخصوص معنی ہیں جو طبع کے مفہوم سے قطعی جدا ہیں۔اسی بحث وباب میں حضرت شاہؒ نے طبع اور نفس پر بحث کی ہے اور ان دونوں کے رشتہ وارتباط کا ذکر فرمایا ہے۔مولانا کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اسلام اور جاہلیت کے معرکہ میں حضرت شاہؒ کے انہی بنیادی افکار وخیالات کی توسیع کی گئی ہے اور پوری کتاب اسی بنیادی نکتہ کی شرح کے لیے مخصوص ہے، حالانکہ جو مباحث بعد میں آئے ہیں ان میں سے بیش تر کا تعلق فکرِ ولی اللّٰہی سے نہیں ہے۔مولانا مرحوم کے اس دعوے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ بعد کے مباحث بھی شاہ ولی اللہ کی فکر پر مبنی ہیں، حالانکہ وہ مولانا مرحوم کی اپنی تحقیقات ہیں۔

دین میں انحراف اوراس کے اسباب سے بحث

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب 'حجۃ اللہ البالغۃ' کی ایک خاص فصل میں دین میں انحراف اوراس کے اسباب کے موضوع پر کافی مفصل ومدلل بحث کی ہے۔مولانا موصوف کا 'دین' کا قرآنی تصوراس بحث سے میل کھاتا ہے،لہٰذا حضرت شاہؒ کے بیان کردہ متعدد اسباب میں سے ایک کوانہوں نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ خاصا طویل اقتباس ہے جو شاہ صاحبؒ کے بیان کردہ ساتویں اور آخری سبب کا آزاد ترجمہ وتعبیر ہے۔مولانا کا یہ اقتباس پورا کا پورا ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، تاکہ اصل سے ترجمہ کا مقابلہ بھی ہوسکے اور مسئلہ پر بحث بھی کی جاسکے۔

''دین میں تحریف کے اسباب میں سے ایک سبب یہ (بھی) ہے کہ ایک دین کسی دوسرے دین کے ساتھ اس حد تک خلط ملط ہوجائے کہ ان میں امتیاز نہ ہوسکے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی پہلے کسی اور دین کا پیرو ہو اوراس کے ذہن میں اس مِلّت کے علوم (وافکار) جڑیں پکڑے ہوئے ہوں۔پھر وہ اسلام میں داخل ہوجائے،مگر

اس کا دل اب بھی اپنے پچھلے دین کی ان باتوں کی طرف بدستور مائل رہے جو پہلے اس کے اندر جگہ پا چکی تھیں۔ جس کے نتیجے میں وہ (فطری طور پر) ان کے لیے اس دین کے اندر بھی گنجائشیں نکالنے لگ جائے، چاہے وہ کتنی پوچ اور بے اصل کیوں نہ ہوں۔ چناں چہ ایسی باتوں کی خاطر بسا اوقات حدیثیں گھڑ لینے اور ایسی حدیثوں کو دوسروں سے بیان کرنے کو بھی جائز سمجھ لیا گیا۔ یہی وہ بات ہے جو آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں بیان ہوئی ہے کہ ''بنی اسرائیل پہلے ٹھیک حالت پر رہے، پھر ان میں دوغلی اولادوں اور دوسری قوموں کی قیدی عورتوں سے پیدا ہونے والی نسل کا ظہور ہوا، جنہوں نے (دین میں) اپنی رائے سے کام لینا شروع کر دیا اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ بنا ڈالا۔ (چنانچہ اب یہی حال ہمارا ہو چکا ہے)۔ ہمارے دین میں اس نوع کی جو چیزیں داخل ہوگئی ہیں ان میں اسرائیلی علوم، عرب جاہلیت کے خطیبوں کے نصائح، یونانیوں کے فلسفہ، بابلیوں کی دعوت، ایرانیوں کی تاریخ، نجوم اور رمل اور کلام کے علوم شامل ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب آنحضرت ﷺ کے سامنے توراۃ کا کوئی نسخہ پڑھا گیا تو آپ غضب ناک ہوگئے، نیز حضرت عمرؓ نے اس شخص کو سزا دی جو (پڑھنے کے لیے) حضرت دانیال کے صحیفے تلاش کر رہا تھا''۔[۳۱]

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے تحریفِ دین کے پانچویں سبب میں یہ اقتباسِ حجۃ ان نومسلموں کے بارے میں یا ان کے حوالے سے لکھا ہے جو ہزار ہا کی تعداد میں اسلام میں داخل تو ہوگئے تھے، مگر ان کے ذہنوں میں اسلامی تصورات اپنی حقیقی شانِ امتیاز کے ساتھ نقش نہ ہو پائے تھے اور ان کے اپنے قدیم مذہب کے بہت سے افکار و رسوم اب بھی انہیں اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔ مولانا مرحوم کے ترجمہ و تعبیر میں شاہ صاحب کے الفاظ کی پابندی کم اور آزادی زیادہ ہے۔ حضرت شاہؒ نے ایک ملت کے دوسری ملت سے خلط ہونے کی بات کہی ہے۔ مولانا مرحوم نے اسے ایک دین کے دوسرے دین سے خلط ملط ہونا، بنا دیا ہے۔ دین اور ملت کا فرق اور معنیٰ و اطلاق مولانا مرحوم بخوبی جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی تعبیر میں اس کا لحاظ نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت

شاہؒ کی عبارت میں اس طبقہ کے علوم کا ذکر ہے جو مولانا صدرالدین کی تعبیر میں ملت بن گیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے من گھڑت روایات اور موضوع کی روایت کرنے کی بات کہی ہے ("...وربما جوز الوضع ورواية الموضوع لذلک ...") لیکن مولانا مرحوم نے اسے حدیثیں گھڑ لینے اور گھڑی ہوئی حدیثیں بیان کرنا بنادیا ہے۔ یہ ایک خطرناک تعبیر ہے۔ موضوع روایات ہوتی ہیں، احادیث نہیں ۔ صحیح روایات ہی حدیثیں بنتی ہیں۔ موضوع احادیث کی ترکیب ہمارے خیال میں غلط ہے۔ حضرت شاہؒ نے امر بنی اسرائیل کے معتدل ہونے کی تعبیر اختیار کی تھی (لم يزل أمر بني اسرائيل معتدلا ...) مولانا مرحوم نے پورے بنواسرائیل کو ٹھیک بنادیا۔ اسی طرح لفظ 'المولدون' کا ترجمہ 'دوغلی اولادوں' صحیح نہیں ہے۔ مولانا مرحوم نے قوسین میں اپنی خاص عبارتوں کا اضافہ فرمایا ہے۔

حقیقتِ نفاق

حقیقتِ نفاق مولانا صدرالدین اصلاحی کی ایک کتاب کا عنوان بھی ہے اور دینی انحراف کا ایک زاویہ بھی۔ حضرت شاہؒ نے بھی اس پر خاصی بحث کی ہے۔ مولانا صدرالدین نے اپنی کتاب میں سات ابواب کے تحت نفاق کی حقیقت کھولی ہے اور اس کی اقسام ووجوہ سے مفصل ومدلل تعرض کیا ہے۔ انہوں نے حضرت شاہؒ کی ایک اور تالیف 'الفوز الکبیر' سے ایک خاصا طویل اقتباس پیش کیا ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "پہلی قسم کا نفاق 'نفاقِ عقیدہ' اور دوسری قسم کا نفاق 'نفاقِ عمل' کہلاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے لفظوں میں"۔ پھر اصل عبارت ہے: "اما منافقان دوقسم بودند: (۱) گروہے بزبان کلمۂ ایمان می گفتند ودلِ ایشاں مطمئن بود بکفر وجحود، وصرف بخاطر اظہار می کردند، ودرحقِ ایشان است: "فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (۲) گروہے داخل شدند دراسلام بضعف مثلاً بہ عاداتِ قوم خود معتاد اند، اگر قوم مسلمان باشد ایشاں نیز مسلم شوند، واگر کافر باشد ایشاں نیز کافر، ومثلاً اتباعِ لذاتِ دنیویہ دِنّیہ بردلِ ایشاں چنداں ہجوم کردہ است کہ محبتِ خدا ومحبتِ رسول را جائے نہ گذاشتہ، یا حرصِ مال وحسد وحقد ومثلِ آں مالکِ قلبِ ایشاں شدہ است کہ حلاوتِ مناجات وبرکاتِ عبادات را بخاطر ایشاں جائے

نگذاشت، ومثلاً اشتغال باموِر معاش چنداں مشغوفِ خود ساخت کہ اہتمام بامرِ معاد وآں راتوقع داشتن ودرفکرِ آں افتادن فرصت نداد، ومثلاً دررسالتِ حضرت پیغمبر ماظنون واہیہ وشبہات رکیکہ بخاطرِ ایشاں می گذرد، ہر چند تا آنجانمی رسند کہ خلعِ ربقۂ اسلام کنند وازاں باب بکلی برآیند۔ ومنشاءِ آن شکوک جویان احکامِ بشریت است بر حضرت پیغامبر وظہورِملت اسلامیہ درصورت غلبۂ ملوک براطرافِ ممالک ومانندآن، ومثلاً محبتِ قبائل وعشائرایشاں ماہرآں داشت کہ درنصرتِ ایشاں وتقویت وتائیدایشاں ہر چند خلاف اہلِ اسلام باشد سعیِ بلیغ بہ تقدیم رسانند ودریں مقابلہ امرِ اسلام سست کنند واین قسم نفاقِ عمل ونفاقِ اخلاق است''۔[۴]

مولانا نے اس کا اردو ترجمہ کرنے کے بعد آخر میں تبصرہ فرمایا ہے کہ ''قرآن مجید نے منافقین کے احوال وصفات پر جو مفصل تبصرے کیے ہیں، شاہ صاحب نے ان مختصر لفظوں میں دراصل ان ہی تبصروں کا ایک اصولی تجزیہ کیا ہے، اس لیے ان کے اس تجزیے کو ذہن میں رکھیے، کیوں کہ آگے جو مباحث آئیں گے وہ بڑی حد تک اسی اجمال کی تفصیل ہوں گے''۔[۵]

مولانا نے 'دورِحاضر اور نفاقِ عقیدہ وعمل' کے باب میں حضرت شاہؒ کا ایک اور اقتباس اسی کتاب الفوز الکبیر سے اپنے تنقیدی تبصرہ کے ساتھ دیا ہے کہ ''امت جس طرح اعتقادی اور عملی دونوں قسم کے منافقوں سے عہد نبوی میں محفوظ و مامون نہیں تھی، اسی طرح آج بھی نہیں ہے۔چناں چہ حضرت شاہ ولی اللہ نفاق کی حقیقت اوراس کی اقسام بیان کرنے کے بعد، جس کو ہم دوسرے باب میں بیان کرآئے ہیں، فرماتے ہیں:

''ونفاقِ اول بعد آں حضرتﷺ نتواں دانست کہ از قبیلِ علم غیب است وبرمرکوزِ قلب اطلاع نتواں یافت۔ ونفاقِ ثانی کثیر الوقوع لاسیما در زمانِ ما۔ واشارہ بہمیں نفاقِ است آنچہ درحدیث آمدہ:''**ثلٰث من کنَّ فیه کان منافقا خالصا :اذا حدّث کذب ، واذا وعدأ خلف، واذا خاصم فجر، وهَمُّ المنافق بطنه، وهَمُّ المومن فَرُسه''** **الیٰ غیر ذلک من الاحادیث۔**

خدای تعالیٰ اعمال واخلاقِ ایشاں رادرقرآنِ عظیم آشکاراساخت وازاحوالِ

ایں دوگروہ چیزے بسیار بیان فرمود تاہمہ امت ازاں احتراز نمایند۔ واگر خواہی از منافقان نمونہ بہ بینی رو در مجلسِ امراء ومصاحبانِ ایشاں رابہبیں کہ مرضیٔ ایشاں را برمرضیِ شارع ترجیح می دہند۔ در انصاف ہیچ فرق نیست درمیان آنانکہ کلام آنحضرت ﷺ بیواسطہ شنیدہ نفاق درزیدند، ودرمیان آنانکہ الحال پیدا شدہ اند وبطریقِ یقینِ حکم شارع معلوم کردہ اند بعد ازاں بر ایثارِ خلاف آں اقدام می نمایند، وعلیٰ ہذا القیاس جماعۃ از معقولیان کہ شکوک وشبہات بسیار بخاطر دارند ومعاد را نسیاً منسیاً ساختہ اند نمونۂ آں گروہ اند۔

بالجملہ چوں قرآں بخوانی گماں مکن کہ مخاصمہ باقومی بود کہ بودند ودرگذشتند بلکہ حکمِ حدیث: ''لتتبعّن سنن من قبلکم'' ہیچ بلائے نبود مگر امروز نمونۂ آں موجود است۔ پس مقصودِ اصلی بیانِ کلیات آں مقاصد است نہ خصوصیاتِ آں حکایات''۔[۶]

مولانا نے اس اقتباس کا ترجمہ کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ اگر حضرت شاہ صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ ''نفاق اول (یعنی نفاقِ عقیدہ) کا دورِ نبوت کے بعد علم نہیں ہوسکتا'' تو اس سے ان کی یہ مراد نہیں کہ اب ایسا نفاق سرے سے وجود ہی میں نہیں آ سکتا''۔مولانا نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ کے قول کا تعلق ''...صرف عام حالات کے پیش نظر ہے، ہر حال پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ دراصل ان کے زمانے میں مسلمانوں کا دینی، اعتقادی اور اخلاقی زوال جس حد تک پہنچ چکا تھا اس کی بنیاد پر وہ اس سے زیادہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے''۔[۷]

مولانا مرحوم کے اقتباساتِ حضرت شاہؒ کے ترجمہ وتعبیر پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے۔ جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے وہ حسب معمول رواں دواں اور آزاد ترجمہ ہے۔ اس میں لفظی ترجمہ کی خصوصیات بھی ہیں اور محاورہ کی خوبیاں بھی۔ مذکورہ بالا اقتباس کا مولانا مرحوم نے بہت عمدہ اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔اور نہ صرف اس اقتباس میں، بلکہ دوسرے اقتباسات میں ان کا ترجمہ متن کے مطابق ہے اور اردو زبان ومحاورہ کی رعایت بھی کی گئی ہے۔متن اور ترجمہ کا موازنہ کرنا تو طولِ کلام کا باعث ہوگا اور وہ ہمارے موضوع سے زیادہ متعلق نہیں ہے، مگر اس ضمن میں بھی مولانا مرحوم کے قلم وفکر کی آزادی کے نمونے خوب خوب ملتے ہیں، مثلاً قوسین کی اضافہ شدہ عبارتیں متن سے میل نہیں

کھاتیں۔ حضرت شاہؒ نے اپنے معاصر زمانے کے اندر 'ہیچ بلائے' کی کارفرمائی دکھائی، مولانا مرحوم کے قلم نے اسے 'کوئی بلائے فسق وضلالت' بنادیا ہے۔ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

نفاق کی حقیقت اور اقسام کی بحث وا طلاق کے سلسلے میں مولانا موصوفؒ کے اس عمومی دعوے کوملحوظ رکھنا چاہیے کہ انہوں نے حضرت شاہؒ کے اجمال کو اپنی کتاب میں تفصیل عطا کی ہے۔اس سے وہی غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ مولانا مرحوم کی تمام تفصیلات حضرت شاہؒ کے اجمالی فکر وفلسفہ پر مبنی ہیں، حالاں کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، وہ مولانا مرحوم کے اپنے خیالات وتحقیقات ونظریات ہیں، کیوں کہ ان میں بہت سی ایسی تفصیلات و تاویلات اور تعبیرات ہیں جن سے حضرت شاہؒ کو تو کیا، ہم طالبانِ علم وحقیقت کو بھی اتفاق نہیں ہوسکتا۔ چند نمونے اصحابِ علم کے غور وفکر کے لیے پیش کیے جاتے ہیں:

سورۂ حجرات : ۱۴ میں جن اعراب (بدوؤں) کو مسلم کہا گیا ہے اور ان کے ایمان کے دلوں میں اترنے کی نفی کی گئی ہے وہ مسلم تھے، منافق نہ تھے، قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُوْمِنُوا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا ......مگر مولانا مرحوم نے ان کو منافقین میں شمار کرلیا ہے۔[۸]

'معرکۂ اسلام وجاہلیت' میں مولاناؒ نے اور زیادہ صراحت، بلکہ بے باکی سے اپنے خیالات پیش فرمائے ہیں اور ان کی بیان کردہ جاہلیت کی زد صحابۂ کرام کے بعض عظیم وجلیل طبقات وافراد پر بھی پڑتی ہے۔ مولانا موصوف نے صحابہ کی 'وقتاً فوقتاً فکری نارسائیوں اور دین کے تقاضوں سے جزئی اجنبیت کے مظاہرے' کا خیالِ خام پیش کرکے بعض مثالیں دی ہیں، جیسے ''شخصی عظمت کے بارے میں غلو کا یہی چھپا ہوا تخیل تھا جس نے حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے موقعہ پر حضرت عمرؓ جیسے صاحبِ نظر کو بھی تھوڑی دیر کے لیے متاثر کرلیا تھا..''[۹] ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اس استعجابی سوال کے پیچھے واضح طور سے اسی ذہن کی کارفرمائی تھی جسے اس بارے میں دینِ فطرت سے ہٹے ہوئے لوگوں نے اختیار کررکھا تھا..''[۱۰]۔ مولانا مرحوم کا نظریۂ جاہلیت صحابۂ کرام کے عبوری دور تربیت کی بات کرتا ہے، لیکن یہ واقعات تو بعد کے زمانے کے، بلکہ بعد وفاتِ نبوی کے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولانا مرحوم نے جوشِ اثباتِ جاہلیت میں بڑی افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔

نقدِ تصوف

مولانا صدر الدین اصلاحی کے ولی اللّٰہی فکر سے استفادہ کا ایک پسندِ خاطر باب تصوف اور اس کے بعض افکار پر نقد و استدراک ہے۔ مولانا مرحوم تصوف سے سخت بیزار تھے اور اس کو اسلامی تعلیمات کے خلاف سمجھتے تھے، کیونکہ اس میں بہت سے غیر اسلامی افکار و رجحانات در آئے تھے۔ ایک حد تک یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ تصوف کو اسلام سے متصادم و متحارب ایک نظام فکر سمجھتے تھے۔ 'دین کا قرآنی تصور' اپنے دو آخری ابواب: 'عشقِ الٰہی پر مبنی تصورِ دین' اور 'پیروانِ قرآن پر تصورِ عشقِ الٰہی کا اثر' اسی موضوع پر تنقیدی و استدراکی مباحث رکھتا ہے۔ 'خدارسیدگی' کے زیرِ عنوان ایک بحث میں مولانا مرحوم نے حضرت شاہؒ کی رائے اور تعبیر نقل کی ہے اور اس پر بحث بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''چنانچہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ خدارسیدگی کے لیے ہمارے یہاں دو طریقے تسلیم کیے جاچکے ہیں: ایک طریقِ نبوت اور دوسرا طریقِ ولایت۔ ان دونوں طریقوں میں اصلیت اور نوعیت کا جو فرق ہے اسے جاننے کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ تشریح سنیے: **''قُلْتُ : لان الطرق الموصلة الی اللّٰہ سبحانہ علیٰ قسمین: قسم اثبتہ الوحی و معارف الانبیاء... وقسم اثبتہ الالھام و معارف الاولیاء''** (**التفھیمات الالٰھیة** ۲/۲۸) مزید توضیح کے لیے موصوف کے یہ الفاظ بھی پڑھ لیجئے: **''إن ھٰھنا طریقتین : طریقة انتقلت الی الخلق بانتقالہ ﷺ... وطریقة بین اللّٰہ وعبدہ من حیث أو جدہ فوجد و أفاضہ ففاض ولیس فی ھذہ واسطة أصلاً''**۔ (فیوض الحرمین، ص ۵۰)اا

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مولانا مرحوم نے ان اقتباسات کو پورا نقل نہیں کیا۔ اگر پورا نقل کردیتے تو وہ الجھنیں نہ پیدا ہوتیں جو ہوئیں، یا ان کے فہم و تفہیم اور تشریح و تعبیر میں در آئیں۔ حضرت شاہؒ نے تفہیمات الٰہیہ میں بہت وضاحت کے ساتھ اور دوسری کتب و رسائل، جیسے حجۃ اللہ البالغہ، ہمعات اور فیوض الحرمین وغیرہ میں نسبتاً کم صراحت کے ساتھ واضح فرمایا ہے کہ وحیِ الٰہی اور معارفِ انبیاء، خواہ وہ

فرض طاعات ہوں یا نوافل، وہ سب کے سب فرض کی جنس سے ہیں اور اولیاء اللہ کے تمام الہامات جیسے حضورِ قلب، تزکیہ، توکل، توحید افعالی وغیرہ، وہ صرف نفل ہیں اور جنسِ فرض میں سے نہیں ہیں، بلکہ زیادہ ہیں۔۱۲؎ حضرت شاہؒ نے دوسری صراحت یہ بھی کی ہے کہ اولین طریقت سلوک تمام/ جمہور مسلمین کے لیے ہے اور فرض ہے، جب کہ دوسرا طریقہ اولیاء خواص اور عالی مزاج لوگوں کے لیے ہے اور محض نفل ہے۔ انھوں نے شریعت کی فرضیت اور طریقت کے استحباب/نفلیت اور ان میں باہمی تفاعل کی بحث بہت طویل کی ہے۔

مولانا موصوفؒ نے ان دونوں ہم معنی اقتباسات سے چند نتائج نکال کر ان سے بحث کی ہے اور پھر ایک اور قولِ شاہؒ کو بلا حوالہ بیان کرکے اپنا خاص نتیجہ نکالا ہے:

’’...اور حضرت شاہ ولی اللہ کے لفظوں میں لپیٹ کر رکھ دینے کے قابل اشاراتِ مجذوبین اور اقوالِ عشاق (’’و إشارات المغلوبين و كلام العشّاق يُطوىٰ ولا يُروىٰ‘‘) کو بھی مانا جا سکتا ہے اور مانا جانا چاہیے۔ لیکن یہاں سوال تو یہ ہے کہ ایسی باتیں لوگوں کے ذہن میں پیدا کیسے ہوئیں؟ ... اس سوال کا جواب یقینی طور پر ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ یہ سب صرف عشقِ الٰہی پر مبنی تصورِ دین کے قبول کر لینے کا نتیجہ ہے ... مثلاً ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان جیسے غیر قرآنی اقوال کو کلام العشاق قرار دیا ہے، جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہی ہے کہ جن حضرات کی زبانوں سے یہ باتیں نکلتی رہی ہیں وہ مسلکِ عشق کے معتقد اور پیرو تھے‘‘۔۱۳؎

مولانا اصلاحی نے حضرت شاہؒ کی اس تشریح وتعبیر ’خدارسیدگی‘ کا آگے چل کر ایک اور حوالہ دیا ہے اور ان کی بحث دہرائی ہے۔ فرماتے ہیں: ’’آگے چل کر حضرت شاہ صاحبؒ نے اس اجازت کے نہ دینے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ صوفیہ نے جو طریقہ خدارسیدگی کا اپنایا ہے وہ اس طریقے سے الگ اور مختلف ہے جسے لے کر آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور جس کی تعلیم آپ نے خلقِ خدا کو دی ہے۔ اس لیے آپ کی نگاہ میں اس طریقے کے پسندیدہ اور خوش آیند ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...‘‘۱۴؎۔

مذکورہ بالا اقتباس میں تھوڑا سا ابہام پیدا ہو گیا ہے اور وہ دراصل حضرت شاہؒ کے ایک مکاشفہ کو نقل نہ کرنے کے سبب ہوا ہے۔ مولانا مرحوم نے ’دین میں تحریف کے

اسباب' بیان کرتے وقت جو طویل اقتباس 'حجۃ اللہ البالغۃ' سے نقل فرمایا ہے اس کے معاً بعد یا اس کی بحث کے ساتھ ایک ولی اللّٰہی مکاشفہ کو مختصراً نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:
''نامناسب نہ ہوگا اگر حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک مکاشفہ بھی اس سلسلہ میں سن لیا جائے۔ فرماتے ہیں: ''...**استاذنته ﷺ فی ردّ ما أورده علماء الحرمین علیٰ بعض الصوفیة فلم یأذن لی...**''

مولانا موصوف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ'' شاہ صاحب کا یہ مکاشفہ اگرچہ دوسروں کے لیے عقلی یا نقلی حجت نہیں بن سکتا، لیکن اس سے اتنی بات تو بہر حال محسوس کی جاسکتی ہے کہ خود حضرت شاہ صاحبؒ کی دینی وقرآنی حس حضرات صوفیائے کرام پر نقد و تمحیص کی نظر ڈالنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھتی، کیوں کہ یہی حق کی راہ اور سلامتی کا راستہ ہے...''۔[15]

مولاناؒ نے اپنی ایک اور سابق تصنیف میں یہ اقتباس زیادہ تفصیل کے ساتھ فیوض الحرمین سے نقل کیا ہے۔ نقدِ تصوف کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب 'فیوض الحرمین' فنِ سلوک ومعرفت میں ایک ممتاز مقام کی مالک ہے۔ جس میں انہوں نے تصوف کے احوال ومقامات کی بڑی جرأت آمیز ترجمانی فرمائی ہے اور ان کے حق میں بہت کچھ کہا ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

''**... استاذنته ﷺ فی ردّ ما أورده علماء الحرمین علی بعض الصوفیة ، فلم یأذن لی . ورأیت العلماء العاملین وفق علمهم المشتغلین بنوع من التصفیة الناشرین للعلم والدین أقرب الیه واکرم وأحب عنده من هؤلاء الصوفیة، وإن کانوا أهل الفناء والبقاء والجذب الناشئ من صمیم النفس الناطقة والتوحید وغیر ذلک من المقامات الشامخة عند الصوفیة**''۔

پھر اس فرقِ مراتب کی وجہ بھی شاہ صاحب خود ہی بیان کرتے ہیں:

''**بیان هذ المجمل ان هٰهنا طریقتین: طریقة انتقلت الی الخلق بانتقاله ﷺ وهی بالوسائط ، وهی ترجع الیٰ تهذیب الجوارح بالطاعات والقوی النفسانیة بالذکر والتزکیة وحبّ الله والنبی ﷺ والی تهذیب الناس نشراً للعلم وأمراً بالمعروف، ونهیاً عن المنکر، وسعیاً قیماً ینفع**

الناس عامة ومايناسب هذه المذكورات.

وطريقة بين الله وعبده من حيث أوجده فوجدو أفاضه ففاض، وليس في هذه واسطة اصلاً. ومن سلك في هذه فانما شأنه ان يتنبه بحقيقة أنا ويتنبّه في ضمن هذا التنبّه بالحق وينشعب من ذٰلک الفناء والبقاء والجذب والتوحيد وغيرُها. وكلامنا في الطريقة الثانية انها ليست عند النبي ﷺ بمنوّهة ولا مرغوبة لأنّه عليه الصلاة والسلام عنوان فيضان الطريقة الاولىٰ وجعله الله وكراً لِعنايته بافاضتها ومظنة لظهورها.[۱۶]

مولانا مرحوم کا تبصرہ ہے کہ ''فیوض الحرمین کے دوسرے مباحث کی طرح یہ عبارت بھی اگرچہ شاہ صاحبؒ کے مشاہداتِ روحانی کا ثمرہ ہے، اس لیے اصولاً اس قسم کی باتوں کو شرعی حجت کا مقام دینا صحیح نہیں، لیکن اس کے باوجود ہم نے یہ عبارت اس لیے نقل کی ہے، تاکہ معلوم ہوجائے کہ خود اربابِ تصوف غیر ماثور طرق وافکار اور اشغال و اذکار کی کیا حیثیت سمجھتے رہے ہیں... اگرچہ آگے چل کر مصنف ممدوح نے حسن تاویل کے ذریعہ اس طرف سے کافی مدافعت کی ہے، مگر ایک بات تو اپنی جگہ قطعی ہے۔ اور وہ یہ کہ طریقۂ ماثور یعنی طریقۂ رسول بہر حال افضل اور اعلیٰ ہے اور عام اتباعِ رسول کے لیے وہی مناسب ہے اور اسی میں پوری امان ہے...''[۱۷]

تصوف اور اس کے فکر و فلسفہ سے مولانا اصلاحیؒ کا تعلق بس دور کا تھا اور وہ بھی ایک ناقدِ غیر متبحّر کا۔ یہاں ان کے عام نقد تصوف کا موقعہ نہیں، صرف حضرت شاہؒ کے بعض اقتباسات تک اس کو محدود رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا اسی کے حوالے سے بعض معروضات اور تنقیدی اشارات عرض کیے جاتے ہیں۔

۱۔ مولانا مرحوم کا 'خدارسیدگی' کے بارے میں تبصرہ عام حالات میں بالکل صحیح ہے، لیکن اسے خدارسیدگی کے مذکورہ بالا دو طریقوں کے حوالہ سے جزوی طور پر ہی صحیح کہا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ان دونوں طریقوں - طریقِ شریعت اور طریقِ ولایت - کے باہم تفاعل و توافق کے عنصر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ حضرت شاہؒ اور دوسرے محققین صوفیہ کا یہ حتمی اظہار اور بیان ہے کہ طریقِ ولایت اور راہِ سلوک و تصوف کو ہر حال میں شریعتِ

اسلامی کی پابندی کرنی ہے۔ لہذا خدارسیدگی کا طریقِ ولایت ایک خصوصی تربیت کا طریقہ ہے جو طریقِ شریعت کی پیروی کے بعد آتا ہے، اس سے آزاد و منحرف ہوکرنہیں۔ حضرت شاہؒ کے پورے فلسفہ وفکر تصوف پر نظر ہوتی تو طریقت وشریعت کا توافق بھی نظر آتا اور اس سے زیادہ شریعت کے طریق کی ناگزیری کا بھی علم ہوتا، اور یہ بھی پتہ چلتا کہ حضرت شاہؒ کے چہارگونہ ادوار/ رنگہائے/ دوائر تصوف میں اولین اور برتر رنگِ شریعت ہی ہے جس کے ذریعہ سلوک کی انتہائی منزلیں طے کی جاسکتی ہیں اور کی گئی ہیں۔

۲۔ حضرت شاہؒ نے تصوفِ اسلامی اور طریقِ صوفیہ میں در آنے والی غیر اسلامی چیزوں پر بہت سخت نقد کیا ہے۔ وہ بہرحال شریعت سے ہم آہنگ یا دین کی غیر مخالف صورت ہائے سلوک کی حمایت کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بھی بعض پر نقد کیا جاسکتا ہے۔ مولانا مرحوم نے جس اقتباسِ شاہؒ سے نقد صوفیہ وتصوف کی پوری عمارت کھڑی کی ہے وہ بعض -صرف بعض صوفیہ- پر علماءِ حرمین کے نقد سے متعلق ہے اور وہ بھی بالخصوص شطحات کے بارے میں۔ طریقِ تصوف پر نقد اور اس کے دفاع کے بارے میں بھی مکاشفہ ضرور ہے اور رسول اکرم ﷺ کی صراحت بھی کہ آپ ﷺ طریقِ شریعت ہی پسند فرماتے تھے کہ وہی اصل راہِ شریعت بھی ہے اور اصل راہِ طریقت بھی۔ اور ظاہر ہے کہ خاتم المرسلین ﷺ اپنے بیان کردہ طریقہ ہی کی تبلیغ وترسیل اور دفاع ومدافعت کے لیے مامور تھے، وجدانی معاملات ان سے ماوراء تھے۔

۳۔ شطحاتِ صوفیہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صوفیہ میں اصحابِ سُکر کے عالمِ جذب کے نتائج ہیں اور ان سے صوفیہ کے اصحابِ صحو کو بھی اتفاق نہیں، حتیٰ کہ خالص علماء شریعت نے بھی ان کے بارے میں سکوت ہی کو پسند فرمایا ہے اور اعراض کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لہذا جن کے منہ سے یہ شطحات نکلتی رہی ہیں وہ مجذوب وعاشق تھے، مگر دوسرے صوفیہ تو مذہبِ عشق کے پیرو نہ تھے۔ یہ ایک طویل بحث کا خلاصہ ہے۔

۴۔ مولانا مرحوم نے، حیرت ہے کہ ایک ایسا مکاشفہ نقل فرمایا جس کو نہ عقلی حجت بنایا جاسکتا ہے اور نہ نقلی۔ حضرت شاہؒ نے تو خالص نقدِ تصوف فرمایا ہے جو کشف و مکاشفہ پر نہیں، دین وشریعت اور عقل پر مبنی ہے۔ دوسرے مولانا مرحوم کا یہ خیال ونتیجہ کہ

’’خود اربابِ تصوف غیر ماثور طرق وافکار اور اشغال واذکار کی کیا حیثیت سمجھتے رہے‘‘ بالکل غلط ہے۔ حضرت شاہؒ نے ان تمام صوفی طریقوں کی ’’اسلامیت‘‘ دوسرے رسائل و کتب میں بڑے شدّ و مد کے ساتھ بیان کی ہے اور آخری بات یہ کہ فیوض الحرمین تصوف کے احوال ومقامات کی کتاب نہیں ہے، حضرت شاہؒ کے مشاہداتِ روحانی کی دستاویز ہے۔

(ب) افاداتِ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

مذکورہ بالا عنوان سے مولانا مرحوم نے خود کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی، البتہ انہوں نے چند مضامین لکھے تھے جو حضرت شاہؒ کی شاہ کار کتاب ’حجۃ اللہ البالغۃ‘ سے مستفاد تھے۔ کتاب کے ناشر سید محمد شاہ مہتمم/سکریٹری امام ولی اللہ اکیڈمی نے صراحت کی ہے کہ ’’یہ مضامین در اصل انہوں نے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی المحترم کے ایماء پر رسالہ ’ترجمان القرآن‘ کے لیے لکھے تھے اور مولانا موصوف کی نظر ثانی کے بعد ترجمان میں چھپے تھے۔ اب یہ کتابی شکل میں شائع کر دیے گئے ہیں...‘‘ فہرس کے مطابق یہ چار مضامین ہیں: ۱۔ ’چوتھی صدی ہجری کا فقہی و مذہبی انقلاب، ۲۔ اختلافی مسائل اور ان کا نقطۂ عدل، ۳۔ اسلام کا فلسفۂ عمران، ۴۔ اسلامی قانون معیشت، اس کی روح اور اس کے اصول‘۔ سرورق پر یہ وضاحت بھی ہے کہ وہ ’’ماخوذ از حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ ہیں۔ پانچواں اور آخری مضمون فہرس میں کسی وجہ سے جگہ نہیں پا سکا۔ اس کا عنوان ہے: ’دین میں تحریف اور بدعت کے اسباب‘ بعض مضامین کے اواخر میں بھی ان کے ’’ماخوذ از حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ ہونے کی صراحت کی گئی ہے، لیکن ان کے مفصل ومشرح حوالے نہیں دیے گئے ہیں۔ اور نہ اخذ و پیش کرنے والے فن کار کا پیش لفظ ومقدمہ ملتا ہے کہ اس میں تفصیلاتِ اخذ و اکتساب مل جاتیں۔ بہر حال تلاش وتقابل سے ان مضامین کے اصل مباحثِ حجۃ کا پتہ چلایا جا سکتا ہے اور چلایا بھی گیا ہے۔ اور ہر مضمون کے ساتھ وہ موجود ہے۔ [۱۸]

اول الذکر مضمون مولانا صدر الدین اصلاحیؒ کے کسی تمہیدی یا وضاحتی مقدمے یا جملے سے نہیں شروع ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم نے چوتھی صدی ہجری کے انقلاب سے آغاز یوں کیا ہے: ’’چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص امام کی تقلید کا خیال رائے عام کو

متاثر نہ کر سکا تھا۔ ابو طالب مکی 'قوت القلوب' میں فرماتے ہیں..." اس کے بعد ان کا مختصر اقتباس دیا ہے اور کل دس صفحات پر یہ مضمون مبنی ہے۔ اس کے آخر میں تقلیدِ آباء سے متعلق آیتِ قرآنی اور علماءِ کرام کی امورِ دین میں غور و تدبر سے روگردانی پر نوحہ ہے۔ یہ پورا مضمون حضرت شاہؒ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں شامل ان کی کتاب / رسالہ 'غایۃ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف' کی ایک بحث سے ماخوذ ہے جو 'باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدہا' کے عنوان سے ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ کر دیا ہے۔ یہ فصل حجۃ اللہ البالغہ میں دو صفحات سے بھی کم میں تمام ہوئی ہے۔[۱۹]

دوسرا مضمون 'اختلافی مسائل اور ان کا نقطۂ عدل' خاصا طویل ہے۔ یہ کتاب کے چالیس صفحات (ص۲۱-۶۱) پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں یہ صراحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ 'حجۃ اللہ البالغہ' سے ماخوذ ہے اور نہ شروع میں کوئی وضاحتی تمہید ملتی ہے۔ اصل بحث تو 'حجۃ اللہ البالغہ' میں آئی ہے، مگر اس کا نقشِ ثانی 'الانصاف' میں ملتا ہے اور غالباً مولانا محترم نے اسی سے انتخاب کیا ہے۔ کتابِ حجۃ میں یہ پہلی فصل مذکورہ بالا کے بعد ہی دوسری فصل پر مبنی مذکور مضمون ہے۔ 'الانصاف' میں شاہ ولی اللہؒ نے اس کی ایک نئی سرخی '**التقليد في المذاهب الأربعة**' لگائی ہے، جب کہ حجۃ میں صرف فصل سے کام چلایا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں یہ فصل 'تتمہ' کے آخر تک چلی گئی ہے [۲۰]۔ اور الانصاف کی بھی آخری بحث ہے۔

افادات کا تیسرا مضمون 'اسلام کا فلسفۂ عمران' کے عنوان سے ہے۔ اس کے آخر میں درج حاشیہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ ارتفاقات کے قیام اور رسوم کی اصلاح کے باب کی تلخیص ہے: '**باب إقامة الارتفاقات وإصلاح الرسوم ملخصا**' [۲۱]۔ حضرت شاہؒ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بحث یا باب تیسرے مبحث کے بطور آیا ہے اور اس کا عنوان بھی مختلف ہے: '**مبحث الارتفاقات**' جو خاصا مفصل مبحث / باب ہے اور متعدد ابواب میں منقسم ہے اور تقریباً بارہ تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔[۲۲] مولانا مرحوم نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں عنوان کی تبدیلی سے لے کر بعض مختلف تعبیرات و شروح بھی پیش کی ہیں۔ مولانا موصوف نے اس میں ایک دوسرے باب /

فصلِ حجت کے مضمون کو شامل کر دیا ہے، جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

مضمون 'اسلامی قانونِ معیشت' کے شروع یا آخر میں کسی جگہ صراحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ کس اصلِ شاہؒ سے ماخوذ ہے۔ مواد کے موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب حجۃ کے ایک اہم مبحث 'من ابواب ابتغاء الرزق' سے تبدیلیوں کے ساتھ لیا گیا ہے ۲۳۔ مولانا مرحوم نے کتابِ حجۃ کے متعدد ابواب وفصول کی خاصی تلخیص کی ہے اور متعدد مباحث کو قلم انداز کر دیا ہے۔

فہرسِ کتاب میں پانچویں مضمونِ افادات کا ذکر نہیں ہے، مگر وہ کتاب کے آخر میں 'دین میں تحریف اور بدعت کے اسباب' کے عنوان سے شامل ہے ۲۴۔ اس کے شروع میں ''ازافادات حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ'' اور آخر میں ''ماخوذ از حجة الله البالغة'' کی صراحت موجود ہے۔ وہ کتابِ حجۃ کے ''باب إحكام الدين من التحريف'' ۲۵ کی تلخیص ہے۔

افاداتِ حضرت شاہؒ میں مولانا موصوفؒ نے تلخیص وتعبیر کا کام اپنی فہم و فراست اور صواب دید کے مطابق کیا ہے۔ ان کی بعض تعبیرات وتشریحات سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور ان پر نقد بھی کیا جاسکتا ہے اور در اصل وہ کیا جانا بھی چاہیے، کیونکہ تلخیص نگار نے بسا اوقات پورے مبحث کو کانٹ چھانٹ کر پیش کرنے میں کئی عمدہ مباحث اور مسائل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ان سے فرموداتِ حضرت شاہؒ کی جزوی یا ترمیم شدہ ترسیل ہوتی ہے جو بعض اوقات غلط نتائج تک لے جاسکتی ہے۔ تلخیص کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اور ان میں ایک اہم ترین یہ ہے کہ کلیات کا ذکر ضرور ہو، چاہے جزئیات کو چھوڑ دیا جائے، ورنہ جزئیات کو بھی تلخیص کے ساتھ اصل بحث میں سمویا جاسکتا ہے۔ مولانا مرحوم نے متعدد مقامات پر بحثِ شاہ کو تشنہ چھوڑ دیا ہے۔ مثال کے طور پر اولین مضمونِ افادات میں انھوں نے بعض عبارتوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان کی من مانی تشریح کی ہے۔ موازنے سے حقیقت کھلتی ہے۔ دوسرا مضمون (اختلافی مسائل اور ان کا نقطۂ عدل) ایک تمہید رکھتا ہے جو مولانا اصلاحی کی اپنی فکر پر مبنی ہے، اس کا فکرِ ولی اللّٰہی

سے تعلق نہیں ہے۔ مولانا مرحوم نے مذاہبِ اربعہ اور ان کی تقلید پر اجماعِ امت کے خلاف امام ابن حزمؒ کی مخالف اور ناقدانہ رائے تو نقل کی، مگر تمام آیاتِ قرآنی کا حوالہ نہیں دیا جن پر امام ابن حزمؒ کی رائے مبنی ہے اور نہ ان کی تردید پر (دلائل کی تردید پر) پوری فکر ولی اللّٰہی نقل کی ہے۔ فقہائے کرام کی تقلیدِ کتاب وسنت اور ان کے ماسوا کی تقلید سے اجتناب کی بحث بھی مختصر کردی ہے، جس سے ابہام پیدا ہوگیا ہے۔ ایسی مثالوں کی کمی نہ اس مضمون میں ہے اور نہ دوسرے مضامینِ افادات میں۔ متون کے موازنے سے حقیقت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

تلخیص وترجمانی کا دوسرا تقاضا یہ بھی ہے کہ اصل فکرِ مؤلف اور منشائے مفکر کو ضرور پیش کیا جائے اور اس میں تعبیر وتشریح کی ایسی روش نہ اختیار کی جائے جس سے اصل مفہوم اور اصل تعبیر ہی بدل جائے۔ افادات میں بعض ایسے مقامات ہیں جہاں حضرت تلخیص نگار نے اپنی صواب دید سے حضرت شاہؒ کے الفاظ کو دوسرے معانی پہنا دیے ہیں۔ مثال کے طور پر پہلے مضمون کا آغاز اس جملے سے ہوا ہے: ''چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص امام کی تقلید کا خیال رائے عام کو متاثر نہ کرسکا تھا''۔ یہ حضرت شاہؒ کے اس جملے کی ترجمانی ہے: ''**اعلم أن الناس كانوا قبل المأة الأربعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه...**'' حضرت شاہؒ تو کسی خاص مذہب اور متعین مسلک پر لوگوں کے اجماع نہ کرنے کی بات کرتے ہیں، جب کہ مولانا مرحوم نے اسے رائے عام کو متاثر کرنے / نہ کرنے کا مسئلہ بنادیا ہے۔ دونوں تعبیرات میں جوہری فرق ہے۔ آگے حضرت شاہؒ نے لکھا ہے کہ ''ان صدیوں کے بعد دوسرے لوگ دائیں بائیں چل پڑے اور ان میں چند امور پیدا ہوگئے: ''**ثم بعد هذه القرون كان ناس آخرون ذهبوا يميناً وشمالاً، وحدث فيهم امور ...**'' مولانا مرحوم نے اس کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے: ''اب وہ دور آتا ہے جس میں علوم شریعت پر ایک اضمحلال طاری ہوتا ہے۔ مسلمان بکثرت ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں۔ ان کے علمی ذوق میں ایک تباہ کن انقلاب برپا ہوتا ہے۔ وہ ذہنی بیماریاں جنہوں نے ان کی

فکری و علمی صلاحیتوں کو شدید نقصان پہونچایا چند اقسام کی تھیں‘‘ ۲۶۔ حضرت شاہؒ کی عبارت میں ’اضمحلالِ شریعت‘ ’تباہ کن انقلاب‘ اور ’فکری اور علمی صلاحیتوں کو شدید نقصان پہونچانے والی ذہنی بیماریوں‘ کا ذکر تو کجا، شائبہ تک نہیں پایا جاتا ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے، کیوں کہ انہی صدیوں میں علومِ شریعت میں ترقی ہورہی تھی اور علوم ومعارف کے علاوہ اسلامی ملت کا کاررواں رواں دواں تھا۔ حضرت شاہؒ نے چند امورِ نو کا آغاز علمِ فقہ میں جدل وخلاف سے کیا ہے: ’’**منھا الجدل و الخلاف فی علم الفقه**‘‘ ۲۷۔ مولانا مرحوم نے اس کی ان الفاظ میں تلخیص وتعبیر کی ہے: ’’پہلی بیماری جس نے ملتِ مرحومہ کے پیکر کو کھوکھلا بنانے میں سب سے نمایاں حصہ لیا وہ فقہ اور اس کی تفصیلات سے متعلق اہل علم کی باہمی نزاع اور ہنگامہ آرائی تھی‘‘ ۲۸۔ بلاشبہ نزاع غیر اسلامی بیماری ضرور تھی، مگر علمِ فقہ میں فنّی اختلافات اس کی زد میں نہ آتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے ’جدل وخلاف‘ کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے مضمون کی ابتدائی عبارت کا فکرِ شاہؒ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۲۹۔ مولانا نے ’’ہر گروہ کو حق واعتدال کے مرکز سے کچھ نہ کچھ ہٹا ہوا‘‘ قرار دیا ہے ۳۰۔ تیسرے مضمون میں مولانا مرحوم نے ارتفاقات کی بحث میں انبیاء کی بعثت کے مقصد سے بحث کی ہے اور کئی احادیثِ نبوی بھی بیان کی ہیں۔ حضرت شاہؒ کے یہاں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ حضرت شاہؒ نے اس باب کو قطعی غیر دینی رکھا ہے۔ مولانا نے دوسری فصول سے بھی استفادہ کیا ہے ۳۱۔ غالباً وہ اصلاح الرسوم کا اضافہ اسی بنا پر کر گئے ہیں۔ چوتھے مضمون میں مولانا مرحوم کی ابتدائی عبارتیں ان کی فکرِ عالی کو پیش کرتی ہیں۔ حضرت شاہؒ کی عبارتوں سے ان کا جوہری فرق ملتا ہے۔ پانچویں مضمون میں بھی یہی حال ہے۔ حضرت شاہؒ نے خللِ دین کی بات کہی ہے، مگر مولانا مرحوم نے اسے سارے دین کے مسخ اور درہم برہم ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے تہاون (سہل انگاری/ لاپرواہی) کے سبب تحریف و بدعت قرار دینے کے بعد اس کی سیدھی سادی تشریح پانچ سطروں میں کی ہے اور اس کی اقسام پر چند مزید سطریں لکھی ہیں، جن کی تشریح مولانا مرحوم نے بہت تفصیل سے اور اپنے خاص اندازِ بیان میں کی ہے۔ مولانا نے اس پر پورے تین صفحات

لکھے ہیں اور ان میں تہاون کے ساتھ دوسرے اسباب کو بھی شامل کر دیا ہے۔ تہاون کے اول سبب میں حضرت شاہؒ نے صاحب الملۃ سے روایت نہ لینے/ اخذ نہ کرنے کی بات کہی ہے: ''**عدم تحمل الروایة عن صاحب الملة**'' جسے مولانا مرحوم نے ''صاحبِ شریعت کی روایات کو محفوظ نہ رکھنا'' بنا دیا ہے ۳۲۔ اسی طرح تہاون کے تیسرے منبع کے باب میں حضرت شاہؒ نے منکرات کے پھیل جانے پر علماء کے ممانعت نہ کرنے کی بات کہی ہے: ''**شیوع المنکرات وترک علمائهم النهی عنها**'' جب کہ مولانا گرامی کا جملہ ہے: ''اور علماء کا ان پر خاموشی اختیار کر لینا ہے'' ۳۳۔ حضرت شاہؒ نے تحریف و بدعت کا ایک سبب ایک ملت سے دوسری ملت کا ایسا اختلاط قرار دیا ہے جس کے بعد ایک کو دوسری سے ممتاز نہ کیا جا سکے: ''**ومنها خلط ملة بملة حتی لاتتمیز واحدة من الاخریٰ**...'' ۳۴۔ مولانا مرحوم نے اس کی یہ ترجمانی کی ہے ''دین کے اندر فتنۂ تحریف کے گھسنے کا چھٹا راستہ مختلف مذاہب اور شرائع کا باہم اس طرح خلط ملط کر دینا ہے کہ ایک دوسرے سے ممیّز نہ ہو سکے'' ۳۵۔

ایسی بہت سی مثالیں مولانا مرحوم کے افاداتِ شاہ ولی اللہ سے پیش کی جا سکتی ہیں جن کا تعلق حضرت شاہؒ کے فکر و فلسفہ سے براہ راست نہیں ہے اور وہ ان کے افکار کی صحیح ترجمانی نہیں کرتی ہیں۔ ان میں حضرت تلخیص نگار نے اپنی صواب دید سے اپنی آراء کی آمیزش کر دی ہے۔ بسا اوقات ان میں مبالغہ اور غلو پایا جاتا ہے اور بہت سے مقامات پر غیر صحیح تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ ان کو افادات حضرت شاہ سے زیادہ افاداتِ صدر الدین اصلاحی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ انہیں حضرت شاہؒ کے افاداتِ عالیہ کے نام و عنوان سے نہیں پیش کرنا چاہیے کہ وہ حقیقی افکارِ شاہ ہیں ہی نہیں۔

(ج) 'اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ'

ترجمہ و تلخیص کی تیسری قسم میں مولانا مرحوم کی کتاب 'اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ' ہے۔ سرورق ثانی پر اسے 'از افادات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی' کہا گیا ہے۔ مولانا مترجم گرامی نے اپنا کوئی مقدمہ یا پیش لفظ نہیں لکھا، یا کم از کم وہ کتاب میں شامل

نہیں ہے ۔ کتاب براہ راست حضرت شاہؒ کے دیباچہ سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت شاہؒ کے بعد کے مرتبہ رسالہ ''**الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**'' پرمبنی اور اسی سے ماخوذ ہے۔ اہلِ علم پر بالعموم اور مولانا مرحوم پر بالخصوص یہ حقیقت مخفی نہ تھی کہ اس رسالہ کا بنیادی متن حضرت شاہؒ کی شاہ کار کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے خاتمہ پر تتمہ کے نام سے موجود ہے اور وہ مطبوعہ کتاب کے لگ بھگ بائیس صفحات پر مشتمل ہے [۳۶]۔ حضرت شاہؒ نے حسبِ دستور اس متن کو الگ کرکے اس میں چند صفحات کا اضافہ کرکے ایک مستقل رسالہ بنا کر چھاپ دیا اور اس کا وہی نام رکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا، جب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس کا نام '**غایۃ الانصاف فی بیان أسباب الاختلاف**' ہے۔ تمام دلائل وقرائن اور آثار وشواہد یہ بتاتے ہیں کہ اس کا اصلی نام وہی ہے جو کتابِ حجۃ میں پایا جاتا ہے اور وہی زیادہ صحیح بھی ہے۔[۳۷]

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے اس کتاب میں اپنی جانب سے چند اضافے کیے ہیں جو کم از کم 'غایۃ الانصاف' میں موجود نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک، بنیادی عناوین اور ان کی ذیلی سرخیاں ہیں۔ جیسے اولین عنوان ہے: 'عدمِ اختلاف کا دورِ سعید' اور اس کی ذیلی سرخی ہے قوسین میں: (عہدِ نبوت)۔ اور پھر ایک اور حاشیہ میں ذیلی/ضمنی سرخی ہے 'دورِ نبوی میں فقہی مباحث کا فقدان'۔ دوسری بحث کی بنیادی سرخی ہے: 'تاریخِ اختلاف کا ابتدائی دور' اور ذیلی سرخیوں میں (عہدِ صحابہ) قوسین میں پہلی اور 'شیخین کا طرزِ عمل' دوسری تیسری سرخی ہے ۔ اسی طرح پوری کتاب میں سرخیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے: (۳) تاریخِ اختلاف کا دوسرا دور (عہدِ تابعین)، تابعین کا اختلاف اور دوسری ذیلی سرخیاں: تاریخِ اختلاف کا تیسرا دور (عہدِ تبع تابعین)، علمائے تبع تابعین (ص ۳۵-۴۲)، مشہورِ عام فقہی مذاہب (۱) امام مالک اور مذہب مالکی وغیرہ (۴۳-۸۵)، اہل الحدیث اور ضمنی سرخیاں (ص ۵۹-۸۴)؛ اہل الرائے اور ضمنی سرخیاں (ص ۸۵-۹۲)، مسلکِ حق وراہ اعتدال (ص ۹۳-۱۰۶) ، مسئلہ تقلید (ص ۱۰۷-۱۳۰) مسئلہ اجتہاد (ص ۱۳۱-۱۴۶) فقہی اختلافات کا رخ (ص ۱۴۷-۱۶۸)

حسبِ معمول مولانا موصوفؒ نے سرخیوں کے قیام میں بھی اور عبارتوں کی تلخیص وترجمانی میں بھی اپنی صواب دیدورائے عالی کوراہ دی ہے۔اولین بحث کے تحت حضرت شاہؒ نے لکھاہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانۂ شریف میں فقہ مدوّن نہ تھی: ''إعلم أن رسول الله ﷺ لم یکن الفقه فی زمانه الشریف مدوّنا..''۔مولانا مرحوم نے اس کی وضاحتی ذیلی سرخی یہ قائم کی ہے: ''دورِنبوی میں فقہی مباحث کا فقدان''۔ صاحبانِ علم ونظر جانتے ہیں کہ فقہ کا مدوّن نہ ہونا اور بات ہے اور فقہی مباحث کا فقدان اور بات ہے۔ان دونوں کے اختلاف کے علاوہ حضرت شاہؒ کے بیان میں عدمِ اختلاف کے دورِسعید کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ جہاں تک اصل واقعہ کا معاملہ ہےتو دورِ نبوی ہی سے صحابہ کرام کے درمیان بعض احادیث وآیات کی تعبیر وتاویل میں اختلافِ فہم و فقہ نظر آتا ہے،جس کی بنیادی حقیقت رسول اکرم ﷺ کے ایک اورارشاد سے مل جاتی ہے۔اسی طرح حضرت شاہؒ کا یہ قول کہ ''رکن یا ادب یا فرض وسنت ونفل کا فرق نہ تھا'' محلِ نظر ہے۔ بلاشبہ ایسی جزئیات نہ تھیں،مگر فرض وسنت اورنفل یا رکن وادب کا عام اصولی فرق دورِ نبوی میں آیات و احادیث میں ملتاہے ۔ مولانا محترم نے حضرت شاہؒ کے ایسے تمام بیانات اور تجزیوں پر استدراک کیا ہے نہ ان کے برخلاف صورتِ حال واضح کی ہے۔ حالاں کہ وہ اپنی نگارشات میں بعض تعبیرات جیسے نفاق کی قسم اول و دوم پر استدراک فرماچکے ہیں، یا اپنی رائے دے چکے ہیں۔مولانا مرحوم کی قائم کردہ سرخیوں سے اختلاف کا جورنگ ٹپکتا ہے وہ ذہن وعلم کو پراگندہ کرتا ہے، جب کہ ان اختلافات کا مقصود دین کو سہل ثابت کرنا تھا۔ وہ ہمارے فقہی اختلافات نہ تھے، بلکہ مختلف سنن ونوافل وآداب پر مختلف اورسہولت بھری اطلاقات کے بیانات تھے۔

بہرحال بنیادی سرخیوں کا معاملہ ہو یا ذیلی سرخیوں کا،مولانا مرحوم نے متعدد مقامات پرمتنِ شاہؒ کے خلاف ہی عنوان لگایا ہے۔ان سے قارئین کو یہ تاثر ملتاہے کہ یہ عنوان یا سرخی بھی حضرت شاہؒ کے فرمودات میں ہے ۔ دوسرے تاریخِ اختلاف کے ادوار– اول ، دوم،سوم– قائم کرنے میں حضرت مولاناؒ نے اختلاف پرزیادہ زور دیا ہے،

جب کہ حضرت شاہؒ کے بیانات میں ان اختلافات کی نوعیت امام ابنِ تیمیہؒ کے الفاظ میں اختلافِ تنوّع کی ہے، نہ کہ اختلاف تضاد وتصادم کی ۔ اصولی اور بنیادی احکام میں یکسانیت اور قطعیت ہے اور سنن و آداب میں رنگا رنگی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین اور مجتہدین و امامانِ فقہ واجتہاد کے ہاں اصولی چیزوں پر کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف سنت ونفل وآداب کی رنگا رنگی میں ان کا ترجیحی تنوّع ملتا ہے۔ دوسرے بزرگوں کی مانند مولانا محترم کی نظر بھی اس واقعیت پر نہیں گئی ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام عناوین غلط ہیں، بیش تر صحیح بھی ہو سکتے ہیں۔

'اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ' میں مولانا مرحوم کا ایک شان دار اضافہ ان کی تشریحی تعلیقات ہیں جو انہوں نے متن کے ذیل میں جا بجا بڑھائی ہیں۔ ان میں مختلف قسم کی تعلیقات ملتی ہیں، مثلاً متن میں اگر حدیثِ نبوی یا آیتِ قرآنی کا صرف حوالہ ہے تو اس کے مفہوم و معنیٰ یا متن کو نقل کر دیا ہے۔ بعض 'عام' کو خاص کیا ہے، جیسے 'لوگوں' سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا ہے۔ مسائل وفتاویٰ اور احکام کو حاشیہ میں نقل کیا ہے، جیسے خون بہا، غرّہ وغیرہ کا مطلب بتایا ہے۔ اس کے ساتھ اصطلاحات کی تشریح بھی شامل کر لینی چاہیے۔ تاریخی واقعات کا مضمر یا مختصر حوالہ آیا ہے تو اس کی مختصر وضاحت کی ہے، یا پورا واقعہ/ بیان نقل کیا ہے۔ جیسے وبا/ طاعون (عمواس) کے باب میں حضرت عمرؓ کے سفرِ شام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ان کے مباحثہ کا ذکر یا جزیہ کا واقعہ۔ ص۱۴ حاشیہ ۲-۳؛ حج تمتع اور حجِ قران کی تشریح ص:۲۳ حواشی ۱-۲؛ حج افراد وتلبیہ کا حاشیہ ص :۲۴ حواشی ۱-۲؛ سند/ احادیث کی اقسام کے حواشی ص: ۳۶؛ محاقلہ ومزابنہ کے حواشی ص۲۵؛ تشریک کا مفہوم ص۴۰؛ فقہائے سبعہ کے اسماء ص۴۴-۴۵؛ وغیرہ۔

بعض حواشی میں حضرت مترجم نے نقد ونظر سے کام لیا ہے، مثلاً حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے واقعۂ طلاق کی خاص روایت پر بحث کی ہے اور خاصا مفصل حاشیہ لگایا ہے۔ انہوں نے سارا زور اس پر لگا دیا ہے کہ آیاتِ قرآنی: ''وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنّ'' اور ''اَسْكِنُوهُنّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُم مِن وُجْدِكُمْ'' کی بنا پر مطلقہ کو شوہر

کے گھر ہی میں دورانِ عدّت رہنا چاہئیے ، اس میں طلاقِ رجعی کی تخصیص نہیں ہے ، عام مطلقہ عورتوں کا حکم ہے اور حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت آیاتِ قرآنی کے خلاف پڑنے کے سبب رد کردی تھی۔ مولانا مرحوم نے حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل سے ایک اہم اصول کا استنباط کیا ہے کہ ’’احادیث میں صرف سند ہی قابلِ لحاظ شے نہیں ہے، بلکہ متن بھی دیکھا جانا چاہئیے۔ سند بالکل سلسلۃ الذہب ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی حدیث میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ سند کی صحت ہر حال میں صحتِ حدیث کو مستلزم نہیں...‘‘۔۳۸

مولانا مرحوم نے اصول تو صحیح مستنبط فرمایا اور یہ کوئی ان کا دریافت کردہ اصول نہیں ہے۔ محققینِ ائمۂ حدیث و ناقدین کا اصول ہے کہ قرآن کے خلاف یا اس سے متصادم تمام روایات مردود ہیں۔ مگر صحیح احادیث ان سے متصادم نہیں، ہم آہنگ ہی ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بالکل صحیح ہے۔ متن کے اعتبار سے بھی اور سند کے لحاظ سے بھی، لیکن وہ ایک خاص واقعہ کا منفرد حکم ہے۔ دوسری متعدد احادیث صحیحہ نے اس خاص حکم کو بتایا ہے اور عام حکم مطلقہ در بابِ عدت بیان کیا ہے۔ ابواب الطلاق میں وہ موجود ہیں، مگر مولانا مرحوم کی نظر ان کی طرف نہیں گئی۔ مذکورہ آیاتِ کریمہ سے مولانا کا جو استدلال ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ وہ عام حکم بیان کرنے والی احادیث کی البتہ مصدّق ہیں۔

’خبرِ واحد سے کتاب اللہ پر اضافہ‘ کے اہم مسئلہ پر مولانا گرامی قدر کی تشریح کا اولین جملہ پوری طرح صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے لکھا ہے: ’’اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قرآن کے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل نہیں ہوسکتا، بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی ترمیم یا تخصیص کرنی پڑتی ہے‘‘۔ قرآنِ مجید کے حکم پر عمل کرنے یا ٹھیک ٹھیک عمل کرنے کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کے احکام و اوامر کی حدیث سے تشریح کا معاملہ ہے۔ حدیث وسنت شارحِ کتاب ہیں۔ وہ بعض آیاتِ قرآنی کی تشریح وتعبیر میں کبھی اضافہ اور کبھی ترمیم و تخصیص کرتی ہیں، یا ان کی صحیح و مفصل تشریح کرکے ان کے اجمال کو تفصیل میں بدلتی ہیں۔ آیتِ قرآنی کا حکم کسی خاص حال سے متعلق ہوتا ہے تو اس حال کو بیان کرتی ہیں اور نئی

صورتِ حال میں دوسرا ترمیمی/خصوصی حکم بیان کرتی ہیں اور یہ صرف تشریحِ قرآنی ہی ہے جوزبانِ رسالت مآب ﷺ سے ہوتی ہے کہ وحیِ حدیث بھی من جانب اللہ ہوتی ہے اور وہ وحیِ قرآنی کی مانند صحیح، قطعی اور واجب ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم کا یہ فرمودہ صحیح نہیں کہ حدیث میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ روایت میں امکان ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ روایت اور درایت (سند ومتن) دونوں پر صحیح اترنے کے بعد ہی روایت حدیث بنتی ہے اوراس میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا کہ وہ وحی پر مبنی ہوتی ہے۔

مولانا مرحوم نے بعض تعبیرات کے ترجمہ یا حاشیہ میں افراط وتفریط کی راہ بھی اپنائی ہے جس سے مطلب خبط ہوجاتا ہے۔ امام شعبیؒ سے کسی شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بتایا، مگر سائل نے حضرت شعبیؒ کی رائے جاننی چاہی۔ اس پر امامِ موصوف نے فرمایا کہ مجھے اپنی رائے کے اظہار سے زیادہ کوئی گانا گانا زیادہ پسند ہے: ''... والله لأن اتغنّى بأغنية أحبّ اليّ من أن أخبرك برأيي ''۳۹۔ مولانا پالن پوری نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''بخدا! اگر میں کوئی گانا گاؤں، وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں تجھ کو اپنی رائے بتلاؤں...۴۰۔ مولانا صدرالدین اصلاحی نے اس پر یہ حاشیہ لگایا ہے: ''گیت نکلنے سے مراد یہ ہے کہ زبان سے کوئی گناہ کی بات نکل جائے''۴۱۔ یہاں گناہ کی بات کا کیا موقعہ ہے؟ امام شعبیؒ نے صرف ایک کارِ فضول سے اپنی رائے کو مشابہ قرار دیا ہے جو خلافِ تورّع تو کہا جاسکتا ہے، جیسا کہ امام دارمی کے باب کا عنوان ہے: ''باب التورّع عن الجواب فيما ليس فيه كتاب ولا سنة''۔ مولانا مرحوم نے اسے گناہ کی بات بنادیا جو قابلِ مواخذہ یالائقِ کفارہ/تعزیر جرم ہے۔ اسی طرح مولانا مرحوم نے روایت بالمعنی کا یہ مطلب بتایا ہے: ...''ارشاداتِ رسول کے الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کے اصل مقصود کو اپنے لفظوں میں ادا کردیا جائے۔ اکثر وبیش تر راویوں کا طریقۂ روایت یہی تھا''۴۲۔ مولانا کی یہ تشریح محلِّ نظر ہے۔ یہ ایک طویل بحث ہے، جس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ روایات واحادیث کے الفاظ کا تنوّع دیکھ کر ان کو روایت بالمعنی سمجھ لیا گیا، وہ مختلف اوقات کے ارشاداتِ رسول ﷺ تھے۔ دوسرے واقعات کے بیان میں روایت بالمعنی ضرور ہوجاتی تھی، لیکن الفاظِ نبوی کی

محافظت رُواۃ کا طرّ ۂ امتیاز تھا۔

'اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ' کے اولین تمام ابواب کے بعد آخری باب 'فقہی اختلافات کا رخ - چوتھی صدی ہجری کے بعد' افاداتِ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اولین مضمون کا ہی ثنیٰ ہے۔ موخر الذکر پہلے باب کا محض خلاصہ ہے جس طرح افادات کا دوسرا باب طویل ومفصل اسی کتابِ مستطاب کا ایک باب ہے۔ دونوں میں مماثلت ناگزیر ہے کہ ان کے متون ایک ہیں، لیکن مولانا مرحوم کی تلخیصی رنگارنگی ذیلی عناوین اور تعبیرات وتشریحات کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے اور بعض اوقات مختلف مفہوم دیتی ہے۔ مضمونِ اول کے اولین دو تین صفحات کے بعد مولانا مرحوم نے حضرت شاہؒ کے بیانات میں اپنے عناوین اور تعبیرات دونوں کے ذریعہ کتر بیونت کی ہے۔ مضمونِ مذکورہ میں عناوین نہیں ہیں، جب کہ 'اختلافی مسائل' میں فتنوں کا ہجوم، فقہی مجادلے وغیرہ کے مختلف اور رنگارنگ عناوین لگائے ہیں۔ دونوں میں مسلمانوں/نئی نسل کے علمی ذوق میں ایک تباہ کن انقلاب آنے اور خاص بیماریوں کے ان کے ذہنوں میں گھر کر لینے کی بات کہی ہے۔ یہ تو مماثلت ویکسانیت کی مثال ہے، اگرچہ فکرِ شاہؒ سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے کہ وہ ان کو نئے امور ہی قرار دیتے ہیں۔ اب ایک ہی متن کی تعبیر میں اختلاف کی ایک مثال پیش ہے۔

حضرت شاہ نے حجۃ میں ایک جگہ امام غزالیؒ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ اس کے اولین دو جملے یہ ہیں: **افضت الخلافة الى قوم تولّوها بغير استحقاق ولا استقلال بعلم الفتاوى والأحكام** ''۴۳۔ مولانا اصلاحی نے 'افادات' میں اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''خلفائے راشدین کا میمون ومبارک دور جب ختم ہوگیا تو زمامِ خلافت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو اس امانت کے اٹھانے کی مطلقاً صلاحیت نہ رکھتے تھے اور احکامِ شریعت سے قریب قریب نابلد تھے...''۴۴۔ جب کہ انہی جملوں کا ترجمہ 'اختلافی مسائل' میں یوں کیا گیا ہے۔ ''خلفائے راشدین کا مبارک دور جب ختم ہوگیا تو زمامِ خلافت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو اس امانت کے اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے اور نہ علمِ فتاوی اور احکامِ شریعت سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے...''۴۵۔

دونوں میں آخری جملہ کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔البتہ دوسرا ترجمہ زیادہ قریبِ متن ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دونوں کے پہلے فقرے کا متن سے دور کا واسطہ ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت شاہؒ کا یہ بیان حقیقت پسندی پر مبنی نہیں ہے۔اموی خلفائے عظام میں حضرات معاویہ بن ابی سفیان، مروان بن حکم رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان وعمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ فقہائے وقت اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے، اگر دوسروں کو نظر انداز بھی کردیا جائے۔ان کو علم فتاویٰ اور احکام شریعت میں عمیق تبحر حاصل تھا جس کے شاہد کتبِ حدیث وفقہ کے علاوہ فتاویٰ کے ذخیرے بھی ہیں۔حضرت شاہؒ کے اس روایتی بیان پر استدراک ونقد کی ضرورت تھی، مگر مولانا مرحوم نے نہیں کیا کہ وہ ان سے زیادہ اموی مخالف تھے۔

خلاصۂ بحث

فکر وفلسفۂ ولی اللٰہی کی اشاعت وترسیلِ اصلاحی پر مجموعی نظر ڈالنے سے چند اہم نکات ابھرتے ہیں:

۱- طبع زاد نگارشات میں مولانا صدر الدین اصلاحیؒ نے شاہ ولی اللہؒ کے افکار سے بہت کم استفادہ کیا ہے۔

۲- 'افادات' اور 'اختلافی مسائل' دونوں خالص فکرِ ولی اللٰہی پر مبنی ہیں اور ان میں بھی یکساں مواد ہے۔افادات کے دو تین مضامین اور اختلافی مسائل کتابِ 'حجۃ' کے تتمہ اور کسی حد تک 'غایۃ الانصاف' سے ماخوذ ہیں۔دو ایک اور ابوابِ حجۃ - ارتفاقات، اصلاح الرسوم- سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔کامل رسالہ 'غایۃ الانصاف' البتہ اردو میں مولانا مرحوم کی ترسیلِ افاداتِ ولی اللٰہی کا سب سے بڑا کام ہے۔

۳- مجموعی طور سے مواد ومضمون کے اعتبار سے طبع زاد کتابوں میں بہت ہی محدود اور جزوی افاداتِ ولی اللٰہی ہیں۔

۴- صرف 'افادات' کا مجموعہ اور 'اختلافی مسائل' ایک مستقل کام ہے، مگر وہ متون میں رنگ آمیزی کے سبب معتبریت نہیں رکھتا۔قاری اور ناقد کے لیے لازم ہے کہ

وہ اصل متونِ شاہ کو ضرور پیش نظر رکھے، تا کہ اصل فکرِ شاہ اور تعبیرِ صدری کا فرق پہچان سکے۔

۵- بایں ہمہ مولانا اصلاحی کی فکرِ حضرت شاہؒ سے بعض بحثیں بڑی قابلِ قدر ہیں۔ حضرت شاہؒ کے افکار کو اپنے ابتدائی زمانے میں بالخصوص، مولانا مرحوم نے قارئین کے سامنے پیش کر کے ان کے فکر وعقیدہ اور علم وعمل کی اصلاح وتعمیر کی مبارک کوشش کی، جس کی قدر کرنی چاہیے۔ تمام نقد واستدراک کے باوصف مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کا یہ شرف کیا کم ہے کہ انھوں نے فکرِ ولی اللہی کو عام کرنے کی اپنی حد تک کوشش کی۔

حواشی ومراجع

۱۔ معرکۂ اسلام و جاہلیت، صدرالدین اصلاحی، ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی علی گڑھ، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳

۲۔ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ، المکتبہ السّلفیہ، لاہور غیر مورخہ، ۱/ ۵۶: باب الحجب المانعۃ عن ظہور الفطرۃ؛ نیز تراجم حجۃ

۳۔ حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول، ص ۱۲۱-۱۲۲، دین کا قرآنی تصور، صدرالدین اصلاحی، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، طبع اول، ص ۲۲۱-۲۲۲

۴۔ الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ، حقیقتِ نفاق، صدرالدین اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۰۴، ص ۱۵

۵۔ حقیقتِ نفاق، ص ۱۶-۱۷

۶۔ الفوز الکبیر، ص ۱۱-۱۲؛ حقیقتِ نفاق، ص ۸۵-۸۸

۷۔ حقیقتِ نفاق، ص ۸۳-۸۵ ۸۔ ایضاً، ص ۳۶-۳۷

۹۔ معرکۂ اسلام و جاہلیت، ص ۸۱- ومابعد

۱۰۔ ایضاً، ص: ۸۷ ۱۱۔ دین کا قرآنی تصور، ص ۱۷۰

۱۲۔ التفہیمات الالٰہیہ، شاہ ولی اللہ ۲/ ۲۷ ۱۳۔ دین کا قرآنی تصور، ص ۲۰۶-۲۰۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۳۸ ۱۵۔ ایضاً، ص: ۲۳۸

۱۶۔ اساسِ دین کی تعمیر، صدرالدین اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی،

۲۰۰۲ء، ص ۲۵۹-۲۶۰ معہ اردو ترجمہ

۱۷۔ اساس دین کی تعمیر، ص ۱۹۸-۲۰۲ و مابعد

۱۸۔ افادات شاہ ولی اللہؒ، لاہور جون ۱۹۴۴ء، بار اول، کل صفحات، ۱۴۱ چھوٹی تقطیع

۱۹۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۵۲-۱۵۴

۲۰۔ ایضاً، ۱/۱۵۴-۱۶۱ ۲۱۔ افادات، ص ۶۳-۷۹

۲۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۳۸-۵۰ ۲۳۔ ایضاً، ۲/۱۰۳-۱۱۶

۲۴۔ افادات، ص ۱۳۱-۱۴۱ ۲۵۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۱۱۹-۱۲۲

۲۶۔ افادات، ص ۱۳-۱۴ ۲۷۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۵۳

۲۸۔ افادات، ص ۱۴ ۲۹۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۵۴

۳۰۔ افادات، ص ۲۸ و مابعد ۳۱۔ ایضاً، ص ۷۰-۷۴

۳۲۔ (حجۃ ۱/۱۲۰؛ افادات، ۱۳۳ ۳۳۔ افادات، ص ۱۳۴

۳۴۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۱۲۱ ۳۵۔ افادات، ص ۱۴۰

۳۶۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۱۴۰-۱۶۲

۳۷۔ ملاحظہ ہو، خاکسار کا مضمون: شاہ ولی اللہؒ کا رسالہ 'غایۃ الانصاف'۔ تالیف، تاریخ اور تکمیل، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل-جون ۲۰۰۵ء، ص ۵۶-۶۵

۳۸۔ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، شاہ ولی اللہ، مترجم صدر الدین اصلاحی، مکتبہ جماعت اسلامی ہند رام پور، ۱۹۵۲ء، ص: ۱۹-۲۰ حاشیہ ۱

۳۹۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۱۵۰ ۴۰۔ رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/ ۶۴۲

۴۱۔ اختلافی مسائل، ص ۶۷، حاشیہ ۱ ۴۲۔ اختلافی مسائل، ص ۹۵ حاشیہ ۱

۴۳۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۵۳ ۴۴۔ افادات، ص ۱۴

۴۵۔ اختلافی مسائل، ص ۱۴۷-۱۴۸